محی الدین احمد

# زکوٰۃ اور اُس کی حقیقت

(۲)

## حضرت مسیح کا اعلان

سورۂ مریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے مہد میں یوں کہلوایا:

قَالَ: إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم ۲۹)

وہ لڑکا (مسیح علیہ السلام) بول اٹھا: میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی، اور نبی بنایا۔ اس نے مجھے بابرکت بنایا خواہ میں کسی جگہ ہوں۔ اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ ہوں یہی مرا شعار ہو۔

حضرت شعیب کا اصرار نماز اور زکوٰۃ کے بارے میں جب اپنی قوم پر حد سے بڑھا تو وہ بگڑ کر بولے:

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ

لوگوں نے کہا اے شعیب! کیا تیری نمازیں (جو تو اپنے خدا کے لئے پڑھتا ہے) تجھے یہ حکم دیتی ہیں کہ تو ہم سے آکر کہے: ان معبودوں کو چھوڑ دو جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں۔ یا یہ تمہیں اختیار نہیں ہے کہ تم اپنے مالوں میں جس طرح تصرف کرنا چاہو کرو۔ بس تم ایک ہی نرم دل راست باز آدمی رہ گئے ہو۔

اس آخری آیت سے مشارٌ الیہ امر کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو حکم الٰہی کے ماتحت صدقات ادا کرنے کو فرماتے اور اپنے اموال کو انفرادی طور پر خرچ کرنے سے روکتے ہوں گے لوگ ان پر یہ کہہ کر بول اٹھے: أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ یعنی اپنے صدقات کو آپ خرچ کرنے سے روک کر تم ہماری شخصی آزادی میں مخل کیوں ہوتے ہو؟ شاید تم اکیلے ہی نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے ہو؟ یہ آخری جملہ پخند طنز کی جو تیز نشتر چھپائے ہوئے ہے وہ اہل ذوق سے پوشیدہ نہیں۔

وہ حضرت شعیب سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک ہم میں نہ تو کوئی دیانت دار شخص ہے کہ وہ زکوٰۃ صحیح طور سے نکالے اور نہ ایسا باتمیز ضروریات ملی سے واقف کہ وہ زکوٰۃ کو صحیح جگہوں پر خرچ کر سکے۔ یہ دونوں وصف اکیلے تمہیں میں پائے جاتے ہیں۔ تمہاری دیانت تمیز کا بھی حال معلوم ہے!

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

آج کل بعض لوگوں کی طرف سے یہی اعتراض سنائی دیتا ہے کہ کیوں نہ ہر شخص اپنی مرضی اور آزادی سے اپنے صدقات کو خرچ کرے؟ اس کا ایک جواب

حضرت شعیب کے معترضین کے الفاظ ہی میں پوشیدہ ہے یعنی واقعی ہر شخص یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ ضروریات کی اضافی اور ہنگامی اہمیت کا اندازہ شناس ہو۔ دوسرے یہ کہ ٹیکس کی وصولی کا معاملہ اگر ہر شخص کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو اس کی ادائگی کا معاملہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر اسلام کے سامنے ہر ایک حکم کے اندر قوم میں ایک نظم، یک جہتی اور اتحاد پیدا کرنے کا بنیادی سوال ہے وہ نمازوں میں باجماعت نماز کی ادائگی پر مصر ہے، دنیا کے مختلف گوشوں میں رہ کر رہنے والوں کو وہ ایک ہی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے، حج کے موقعہ پر دنیا کے مختلف اللسان اور مختلف الثقافت کروڑوں انسانوں کو ایک ہی لباس میں عرفات کے میدان میں جمع ہونے اور ایک شخص واحد کا خطبہ سننے اور ایک ہی زبان میں خدا کی تحمید و تقدیس کے ترانے گانے ہوئے سننا چاہتا ہے۔ دنیا کے مختلف اقطاع میں سال میں ایک ہی وقت میں وہ تمام تندرست آدمیوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک خاص وقت تک کے لئے ہر روز بھوکے پیاسے رہیں اور تمام جذبات سفلی اور اخلاق رذیلہ سے کنارہ کش رہیں زکوٰۃ میں بھی اس کے پیش نظر یہی مقصد ہے کہ ہر وہ شخص، جو سال بھر تک ایک مقررہ رقم بچائے رکھتا ہے جو نہ تو اس کے کسی مصرف میں آئی ہے نہ کسی دوسرے انسان کے، اس رقم میں سے ایک حصہ لازماً اپنے دوسرے بھائیوں کی مدد کے لئے سٹیٹ یا جماعت کے رجیسی بھی صورت حالات ہو) سپرد کر دے کہ وہ اسے ملی ضروریات میں صرف کرے۔ قطعاً کوئی شخص واحد نہ تو ملی ضروریات کا تنہا اتنا علم و احساس رکھ سکتا ہے اور نہ علم و احساس رکھنے کے باوجود اسے صحیح طور پر ملت کی اشد ترین وقتی ضروریات پر صرف کرنے کی قدرت ہی رکھ سکتا ہے۔ یہ کام سٹیٹ ہی کر سکتی ہے اور اسی کو کرنا بھی چاہئے۔

## حضرت صدیق اکبر کا عمل

یہی وجہ ہے کہ جب حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کے خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے تو انہوں نے باوجود بعض نہایت جلیل القدر صحابہ کی مخالفت کے مانعین زکوٰۃ سے بھی اسی طرح قتال کیا جس طرح مرتدین کے ساتھ کیا۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا قرآن پاک کا نظم اور آیات کا سیاق و سباق بالکل واضح ہے، رسول پاک کی تصریحات اور آپ کا اور خلفائے راشدین المہدیین کا طرز عمل اور ائمہ محدثین کی رائے اسی طرف ہے کہ زکوٰۃ ایک نظام کے ماتحت جمع کی جائے اور نظام ہی کے ماتحت صرف بھی کی جائے وہ نظام صرف حکومتی نظام ہے لیکن اگر کسی وقت حکومتی نظام موجود نہ ہو یا غیر اسلامی ہو جیسے کہ پچھلے سو سوا سو سال میں انگریزی عہد حکومت میں رہا ہے تو مسلمانوں کو بطور جماعت ایسا انتظام پیدا کرنا چاہیئے۔ جیسا دیہات میں پنچایت سسٹم تھا۔ اب چونکہ خدا کے فضل سے نظام حکومت خود مسلمانوں کے ہاتھ میں آ چکا ہے تو حکومت ہی کا فرض ہے کہ وہ اولین فرصت میں اس نظام کو قائم کرے

## انفرادی صدقات

یہ نظام صرف زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے۔ انفرادی صدقات کا معاملہ دوسرا ہے۔ قرآن حکیم مسلمانوں سے صرف چالیسویں حصے کے لینے پر ہی کفایت نہیں کرتا بلکہ وہ ان سے بہت زیادہ صدقات کا مطالبہ کرتا ہے، قرآن حکیم کے نزدیک قوموں کی زندگیوں میں بعض ایسے مواقع پیش آنا ناگزیر ہے جہاں افراد کو اپنے ما یحتاج کے علاوہ سب کچھ قربان کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ — اور تجھ سے پوچھتے ہیں (راہ حق میں خرچ کریں تو) کیا خرچ کریں؟ بتا دے کہ جو

جو تمہاری ضروریات سے فاضل ہو یعنی زکوٰۃ کی طرح کوئی خاص مقدار معین نہیں کر دی گئی ہے۔ جو کچھ تمہاری ضروریات معیشت سے زیادہ ہو سکتا ہے اس میں سے خرچ کرو)

## صدقہ و خیرات کی حدود

اس آیت سے دو چیزیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں: ایک تو یہ کہ قومی ضرورت کے وقت سب سے بڑا مطالبہ ارباب حکومت قوم سے کر سکتے ہیں جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد ضرورات کے موقع پر کیا اور افراد امت نے بخوشی حاضر کر دیا۔ ایک ایسے ہی موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کا پورے کا پورا اثاثہ حاضر کر دیا تھا اور آنحضرتؐ کے سوال فرمانے پر عرض کیا تھا کہ صدیق کے لئے خدا اور خدا کا رسول کافی ہیں۔ دوسرے صحابہ کرام نے بھی بڑے بڑے صدقات پیش کئے تھے۔ لیکن اگر قوم میں یہ استعداد نہ ہو تو ارباب اقتدار بزور بھی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ قوم کے دفاع پر افراد کا آرام و آسائش بڑی سے بڑی حد تک قربان کیا جا سکتا ہے

دوسری چیز یہ ہے کہ قرآن جن انفرادی صدقات کی ترغیب دلاتا ہے ان میں وہ افراد کو ان کے صرف کے معاملہ میں ضرور آزادی دیتا ہے لیکن ان میں صحیح جگہوں میں صرف کرنے اور خالص خدا کی خوشنودی کے خیال سے خرچ کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔ اگر یہ دونوں چیزیں کسی صدقے میں نہ پائی جائیں تو اسلام کے نزدیک وہ صدقہ ہی نہیں۔ وہ مال کو بے نتیجہ ضائع اور برباد کر دینا ہے۔ ان جگہوں کی تعین بھی مراتب کے لحاظ سے قرآن پاک نے بعض مقامات پر کر دی کسی دوسرے مقام پر اجمالاً ان کا ذکر بھی آ جائے گا۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے (اور اس قسم کی متعدد دوسری آیات پیش کی جا سکتی ہیں) کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کے وقتوں میں اسی طرح فرض تھیں جیسے کہ اسلام میں آج ہیں۔ اگر الف لام کو تخصیص یا تعریف کے لئے نہ لیا جائے تو مختلف ادیان میں ان کی تفصیلات و جزئیات یا ہیئت و ترکیب میں تو اختلافات ہو سکتے ہیں، مگر اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ نفس عبادت اور نفس انفاق دین الٰہی کا ہمیشہ لازمی جزو رہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ دونوں بنیادی اعمال بھی مثل دوسری تمام چیزوں کے دین حنیفی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اپنی تکمیلی اور انتہائی خوبصورت شکل میں بنی نوع انسان پر فرض کئے گئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الٰہی پروگرام میں کسی امت کی اصلاح کے لئے توحید یعنی عقائد کی اصلاح کے بعد عملی پروگرام کے اعتبار سے یہی دو چیزیں اساس و بنیاد کا حکم رکھتی ہیں اور یہ دونوں فریضے اپنے صحیح انصرام اور تنظیم کے لئے حکومت اسلامی کی نگرانی کے محتاج ہیں۔ چنانچہ جناب رسالت پناہ کے عہد میمنت عہد میں زکوٰۃ کی باقاعدہ وصولی ہوتی اور اس کی تحصیل کے لئے مختلف ذمہ دار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مختلف علاقوں میں باقاعدہ ہدایات اور اختیارات دے کر بھیجا جاتا تھا

## حضرت صدیق اکبر کا فیصلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر کے انتخاب کے فوراً ہی بعد فتنہ ارتداد کے ساتھ ساتھ فتنہ مانعین

زکوٰۃ نے بھی سر اٹھایا۔ اکثر صحابہ کبارؓ کی جن میں حضرت فاروق اعظمؓ ایسے جلیل القدر بزرگ بھی شامل تھے، یہ رائے ہوئی کہ مصالح وقتی کے پیش نظر مانعین زکوٰۃ کو نہ چھیڑا جائے بلکہ سردست انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، تو حضرت خلیفۃ الرسول جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے منکرین کو مرتدین کے حکم میں شامل کرتے ہوئے ان سے قتال کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ مَالِكٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: لَوْ مَنَعُوْنِي عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ خبر ملی کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا: کہ اگر یہ لوگ ایک رسی بھی جس سے اونٹ کا پاؤں باندھا جاتا ہے، اور جو زکوٰۃ میں واجب ادا ہوگی، نہ دیں گے، تو میں ان سے جنگ کروں گا۔

## ائمہ محدثین کا مسلک

یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین رضی اللہ علیہم اجمعین زکوٰۃ کے بطور جماعت وصول کرنے اور حکومتی یا جماعتی نظام کے ماتحت خرچ کرنے کے حامی رہے ہیں۔ اور حضرت امام مالکؒ تو ایسے فریق سے جو زکوٰۃ کو نظام جماعتی یا نظام حکومتی کے ماتحت دینے سے انکار کرے، قتال کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں آپ کا فیصلہ یہ ہے:

قَالَ مَالِكٌ اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا اَنَّ كُلَّ مَنْ مَنَعَ فَرِيْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ فَلَمْ يَسْتَطِعِ الْمُسْلِمُوْنَ اَخْذَهَا مِنْهُ كَانَ حَقًّا عَلَيْهِمْ جِهَادُهُ حَتّٰى يَاْخُذُوْا مِنْهُ

امام مالکؒ فرماتے ہیں: ہماری رائے یہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کی ادائگی نہیں کرتا (یعنی مثلاً کوئی مانع جو اس کے مال میں سے واجب الادا ہو دینے سے انکار کرے اور مسلمان اس سے وصول نہ کر سکتے ہوں تو ان پر فرض ہے کہ اس کے خلاف جہاد کریں، تاآنکہ وہ جانور اس سے وصول کریں۔

## زکوٰۃ کی وصولی اور خرچ کا طریق

کتاب و سنت کی تصریحات سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ خدا اور رسول زکوٰۃ کے لئے ایک نظام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اسلام میں زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے، جو انکم ٹیکس نہیں ہے، پر وہ انکم ٹیکس کی طرح وصول کیا جانا چاہیئے۔ یعنی اس کی ادائگی کی صورت یہ نہیں کہ ہر شخص اپنا ٹیکس خود ہی نکالے اور خود ہی اسے اپنی مرضی سے خرچ بھی کر ڈالے بلکہ یہ ہے کہ حکومت اسے اپنے محصلین کے ذریعہ وصول کرکے بیت المال میں جمع کرے اور پھر ضروریات کے لحاظ سے جس مصرف کو مقدم اور ضروری سمجھے اس میں خرچ کرے۔ جب ایک شخص نے حکومت کے مقرر کردہ عمال کو زکوٰۃ دیدی، اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اسی لئے "والعاملین علیھا" کہکر قرآن نے تمام عملہ کا بوجھ بھی زکوٰۃ فنڈ پر ڈال دیا جو اس کی وصولی یا صرف پر مامور ہو۔ مصارف زکوٰۃ میں عمال حکومت کے مد کے رکھنے کی وجہ یہی اور صرف یہی ہے کہ زکوٰۃ کا ٹیکس عمال حکومت ہی کو دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں عمال حکومت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں پر زیادتی نہ کریں اور ان کا چیدہ چیدہ مال زکوٰۃ میں نہ لیں، مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ عمال حکومت کی اطاعت کریں اور بلا چون و چرا اپنی زکوٰۃ ان کے حوالے کر دیں۔ اس بارے میں شریعت اسلامیہ نے یہاں تک تاکید

کہ اگر عمال حکومت ظالم ہوں یا روپیہ کے صرف کے معاملہ میں دیانت دار نہ ہوں تو اصلاح کے لیے کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ ادائیگی کو نہ روکا جائے۔ بشیر بن خصاصیہ کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا:

إنّ قوماً من أصحاب الصدقة يعتدون علينا : عمال کا ایک گروہ زکوٰۃ کی وصولی میں ہم پر زیادتی کرتا ہے۔ کیا ہم اس کا مقابلہ کریں؟ فرمایا: نہیں (ابو داؤد)

حضرت سعد بن وقاص کی روایت میں صاف صاف موجود ہے

اِدفعوا عليهم ما صلّوا : جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں زکوٰۃ انہیں ادا کرتے رہو۔

## بنو امیہ کا عہد اور زکوٰۃ

بنو امیہ کے عہد میں نظام خلافت بالکل بدل گیا تھا۔ اور حکام ظلم و تشدد پر اتر آئے تو بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ انہیں زکوٰۃ نہیں دینی چاہیے لیکن تمام صحابہ نے باتفاق فیصلہ کیا کہ زکوٰۃ انہیں کو دینی چاہیے۔ کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ زکوٰۃ خود اپنے ہاتھ سے خرچ کر ڈالو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ اب زکوٰۃ کسے دیں؟ کہا وقت کے حاکموں کو۔ پوچھنے والے نے کہا: اذا يتّخذون بها ثياباً وطيباً : یعنی چاہے وہ زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کپڑوں اور عطروں پر خرچ کر ڈالیں؟ فرمایا: وإن یعنی اگرچہ وہ ایسا کرتے ہیں، مگر دو انہی کو (ابن ابی شیبہ) کیونکہ زکوٰۃ کا معاملہ بغیر نظام کے باقی نہیں رہ سکتا۔ اور زکوٰۃ کے تمام مقاصد و مصالح کا حصول بھی اسی نظام کے قیام پر موقوف ہے۔

صدر اول سے لے کر عہد عباسیہ کے آخر تک یہ نظام بلا استثناء قائم رہا۔ ساتویں صدی ہجری میں جب تاتاریوں کا سیلاب تمام اسلامی ممالک کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا اور نظام خلافت بھی بالکل درہم برہم ہو گیا تو زکوٰۃ سے متعلق بھی سوال پیدا ہوا۔ اس وقت علمائے احناف نے پہلی مرتبہ یہ فیصلہ کیا کہ زکوٰۃ کی رقم بطور خود خرچ کر ڈالی جائے کیونکہ زکوٰۃ غیر مسلم حکام کو نہیں دی جا سکتی۔ مگر فقہا نے اس پر بھی زور دیا کہ جن ملکوں میں اسلامی حکومت قائم نہیں رہی، نا امیدی یا سکتی ہے کہ جلد قائم ہو سکے وہاں کے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی اہل مسلمان کو اپنا امیر مقرر کریں تاکہ اسلامی زندگی کا نظام قائم رہے۔ معدوم نہ ہو جائے (ماخوذ از ترجمان القرآن)

اب جبکہ خود مسلمانوں کے ہاتھ میں حکومت آ چکی ہے تو اس کا یہ ایک اہم فرض ہے کہ وہ اولین فرصت پر تحصیل زکوٰۃ کے لیے باقاعدہ نظام قائم کریں۔

## زکوٰۃ کی خصوصیت اور غرض و غایت

زکوٰۃ ایک شرعی ٹیکس ہے، جو صرف مسلمان پر لگایا گیا ہے اور وہ خرچ بھی صرف مسلمانوں کی انفرادی یا اجتماعی مفاد اور ضرورت پر ہو سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی دین نہیں جس نے محتاجوں کی اعانت اور ابنائے جنس کی خدمت کی تلقین نہ کی ہو اور اسے عبادت قرار نہ دیا ہو، مگر یہ خصوصیت اسلام کی ہے کہ اس نے ہر مستطیع مسلمان پر ایک خاص ٹیکس لگا دیا، جو اسے سال بہ سال اپنے اندوختہ کا حساب کر کے ادا کرنا چاہیے اور پھر اسے اس قدر اہمیت دی کہ نماز کے بعد اسی کا درجہ ہوا۔ قرآن پاک نے بے شمار مقامات پر ان دونوں عملوں کا ایک جا ذکر کر کے اس بات کو واضح کر دیا کہ کسی شخص یا جماعت کی اسلامی زندگی کی شناخت یہی دونوں عمل ہیں: نماز اور زکوٰۃ۔ اگر کوئی شخص یا جماعت انہیں یک قلم ترک کر دے تو اس کا

شمار [illegible] میں نہ ہوگا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا ۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ یعنی خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا میں اس کے ساتھ لڑائی کروں گا (بخاری و مسلم)

پھر اس بارے میں دوسری خصوصیت وہ علت ہے، جو اسلام نے نہ صرف زکوٰۃ کی بلکہ تمام صدقات و خیرات کے لئے قرار دی ہے ۔ اس نے زکوٰۃ کی اور اسلامی صدقات و خیرات کی نوعیت ہی بالکل بدل دی ہے

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ : تاکہ ایسا نہ ہو کہ مال و دولت صرف دولت مندوں کے گروہ ہی میں محصور ہو کر رہ جائے ۔

پس زکوٰۃ کا مقصد یہ ٹھہرا کہ دولت معاشرہ کے تمام طبقوں میں پھیلے، اور زیادہ سے زیادہ افراد میں تقسیم ہو ۔ کوئی ایک گروہ اس پر قبضہ کرکے نہ بیٹھ جائے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو جب تحصیل زکوٰۃ کے لئے یمن کی طرف بھیجا تو زکوٰۃ کے مقصد کی یوں تصریح فرمائی :

تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَاءِهِمْ فَتُرَدُّ اِلٰى فُقَرَاءِهِمْ ان کے دولت مندوں سے وصول کی جائے، پھر ان کے محتاج افراد میں لوٹا دی جائے ۔

## قرآن اور اکتناز و احتکار

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ قرآن کی روح اکتناز (زر اندوزی) اور احتکار (ذخیرہ بازی) کے خلاف ہے یعنی وہ نہیں چاہتا کہ دولت پر معاشرہ کے کسی خاص طبقہ یا گروہ کی اجارہ داری ہو جائے ۔ یا سوسائٹی میں ایسی جماعت پیدا ہو جائے جو روپے اور مال و دولت کو جمع کرنے ہی میں مسرت محسوس کریں ۔ شریعت اسلامیہ نے اکتناز یا زر اندوزی کو روکنے کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی ضروریات سے فاضل مال و دولت یا سیم و زر جمع ہو جائے اور وہ برابر ایک سال تک اسی طرح پڑا رہے کہ وہ نہ تو رکھنے والے کے استعمال میں آئے اور نہ سوسائٹی کے لئے مفید ہو تو اس شخص پر ایک خاص مقدار میں ٹیکس لگا دے ۔ یہ مال اس شخص کے لئے پاک اور طاہر نہیں رہتا جب تک کہ وہ مقررہ ٹیکس ادا نہ کرے جو غرباء کا حق ہے ۔ اس سے مقصود اس کی فاضل (یعنی زائد از ضرورت) دولت میں سے ہر سال ایک مقررہ حصہ لینا اور غرباء میں تقسیم کر دینا ہے ۔ گویا زکوٰۃ غرباء اور امراء میں اقتصادی تفاوت کو ہر سال کم کرتے رہنے اور ان کے درمیان ایک قسم کا اقتصادی توازن پیدا کرنے کی مسلسل کوشش ہے ۔

## زکوٰۃ سرمایہ پر ٹیکس ہے

یہاں یہ چیز پیش نظر رکھنی چاہئے کہ زکوٰۃ انکم ٹیکس (یعنی آمد پر ٹیکس) نہیں ہے ۔ یہ کسی شخص کے جمع شدہ سرمائے پر ٹیکس (کیپٹل ٹیکس) ہے ۔ جو کم سے کم ایک سال تک بیکار پڑا رہتا ہے ۔ مثلاً ایک شخص ایک ہزار روپیہ ماہوار کماتا ہے ۔ اور ایک ہزار روپے ماہانہ خرچ بھی کر ڈالتا ہے تو اس پر حسابات کی جانچ پڑتال کے بعد شریعت اسلامی اسراف کا الزام تو لگا سکتی ہے، لیکن اس سے زکوٰۃ کے طور پر ایک پائی سالانہ کا ٹیکس بھی وصول نہیں کر سکتی ۔ لیکن ایک شخص اگر دو سو روپیہ ماہوار کماتا ہے اور وہ اپنی صحیح گذران کے بعد پچاس روپے ماہوار بچا لیتا ہے اور اس بچائی

ہوئی رقم پر ایک سال بھی گزر جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ اور حکومت وصول کرنے کی مجاز ہوگی۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ زکوٰۃ جمع شدہ سرمائے پر ٹیکس ہے۔ اسی لئے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ زکوٰۃ خالص سرمایہ یا زر اندوزی کو روکنے کا ایک موثر ذریعہ ہے اور اسی لئے یہ عائد بھی کیا گیا ہے، جیسا کہ نصوص کتاب و سنت سے اوپر ثابت بھی کیا جاچکا ہے

یہاں ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ ٹیکس چونکہ سیدھا ٹیکس ہے۔ زیادہ بہتر ہوتا اگر زکوٰۃ کی شرح سرمائے کی کثرت و قلت کے لحاظ سے بدلتی رہتی۔ جیسا کہ آجکل کے انکم ٹیکس کی صورت میں ہے کہ مثلاً دس ہزار تک کی آمد پر ایک شرح ہے تو پچاس ہزار کی آمد والے پر دوسری شرح سے زکوٰۃ چارج کی جاتی۔ بصورت موجودہ چھوٹے اندوختے والے پر اڑھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ وصول کرنا کسی قدر سختی ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس سال بھر تک ۵ صد روپیہ جمع رہتا ہے تو اس سے اڑھائی روپے سال گذرنے پر وصول کر لینا زیادہ سخت ہے بہ نسبت اس شخص سے پچیس روپے وصول کرنا جس کے پاس سال بھر تک ایک ہزار روپیہ جمع رہتا ہے

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اسلامی اسٹیٹ کی نگاہ میں اس روپیہ کی کوئی قیمت نہیں جو صرف رکھا رہے کہ وہ نہ تو رکھنے والے کے کام آسکے اور نہ ملت کے دوسرے افراد یا ملت کے کسی دوسرے مفاد میں کام آسکے۔ اس لئے اسلامی اسٹیٹ اس جمع شدہ سرمائے کا ایک قلیل سا حصہ ضرور لے لیگی تاکہ وہ ملت کے دوسرے افراد یا ملت کی اہم ضرورتوں میں کام آسکے۔

دوسرے اگر اسٹیٹ اس روپیہ پر ٹیکس نہ لے تو یہ رقم بڑھ کر سرمایہ داری کی بنیاد ہوگی۔

یہاں یہ یاد رہنا چاہئے کہ کم وسائل کے افراد کی ضروریات کی کفیل تو خود سٹیٹ ہے جو اسی زکوٰۃ فنڈ سے ہر شخص کی ان ضروریات کی کفیل ہوگی جو خود اپنی آمد سے اسے پورا نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو رقم بغیر مصرف کے پڑی رہے اس پر ٹیکس لگایا جائے۔

## اکتناز کو روکنے کے لئے دوسری تدابیر

اسلام نے اکتناز یا سرمایہ داری کو روکنے کے لئے صرف زکوٰۃ کا ٹیکس عائد کر دینے ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ بعض دوسرے نہایت موثر ذرائع بھی اختیار کیے۔ یہاں ان کا اشارۃً ذکر دینا بے محل نہ ہوگا مثلاً:

۱۔ ربوا خوری کو قطعاً حرام کر دیا اور اس کے مقابل مختلف طریقوں سے خیرات کی تلقین فرمائی۔ کیونکہ جس قوم میں استحصال کا جذبہ ہوا اس قوم کے اکثر لوگ افلاس و فلاکت میں مبتلا رہیں گے اور جس قوم میں خیرات کا جذبہ جیسا جیسا ترقی کرتا جائے گا اس قوم میں ویسے ویسے مفلس اور نادار لوگ کم ہوتے جائیں گے۔

۲۔ اسلام نے محض دولت کی تقسیم ہی کی غرض سے وراثت کا قانون نافذ کیا۔ دنیا کی قوموں کا عام قانون یہ تھا کہ متوفی کی دولت اور جائداد خاندان کے ایک فرد کے قبضہ میں رہے۔ اور اس سے غرض یہ تھی کہ جائداد یا دولت تقسیم نہ ہو۔ اور دیگر

تک محفوظ چلی جائے۔ آج بھی اکثر اقوام عالم میں یہی قانون رائج ہے کہ باپ کے مخصوص خطابات اور غیر منقولہ جائداد بالخصوص زمین اور جاگیر وغیرہ صرف بڑے لڑکے کو مل جاتے ہیں۔ دوسری ساری اولاد ان چیزوں سے محروم رہتی ہے اسلام کی صدا سب سے پہلی صدا ہے جو اس ظلم کے خلاف بلند ہوئی تاکہ متوفی کی کل جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ ورثاء میں تقسیم ہو جائے۔ اس نے اس کے لئے باقاعدہ قانون وراثت مرتب فرمایا۔ یہ دوسری بڑی ٹھوکر تھی جو زر اندوزی کے جذبہ کو لگائی گئی

۳۔ قانون وراثت کے ساتھ ہی اسلام نے متوفی کو وصیت کا حق بھی دیا ہے اور وہ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد میں تیسرے حصے کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔ یہ وصیت ورثاء کے حق میں نہیں ہو سکتی۔ پس ہر متوفی کی جائداد کا ایک ثلث اس کے مرنے کے بعد ورثاء کے علاوہ دوسرے لوگوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

۴۔ جوئے۔ سٹے۔ لاٹری اور شرط وغیرہ کے تمام معاملات بلکہ خرید و فروخت کی بعض اقسام بھی ناجائز قرار دی گئیں کیونکہ یہ بھی سوسائٹی میں اقتصادی توازن کو خراب کرنے کا ذریعہ ہیں۔

ان تمام ذرائع اور تدابیر کے اختیار کرنے سے اسلام کا مقصد یہ تھا کہ معاشرہ کے مختلف طبقات یا افراد میں اقتصادی تفاوت کو غیر شعوری طور پر ایک خاص عرصہ کے اندر کم سے کم کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک تہائی صدی کے اندر ہی اس کی مساعی کے نتائج دنیا کے سامنے آ گئے۔ اسلام نے ہماری اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ تیار کر دیا تھا جس کے چند خانوں کے بگڑنے سے پورا نقشہ ہی درہم برہم ہو گیا۔ چنانچہ زکوٰۃ کے نظام کے بگڑنے سے بھی ہماری پوری اجتماعی زندگی بری طرح متاثر ہوئی ہے۔

---


# حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق

مصنفہ بشیر احمد ڈار

عہد قدیم میں چین، ایران، مصر، اور یونان کی تہذیبوں نے حیرت انگیز ترقی کر لی تھی اور یہاں کے مفکروں نے جو افکار و نظریات پیش کیے انہی کی بنیاد پر جدید افکار کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں کون فیوشس، گوتم بدھ، زرتشت، مانی، سقراط، افلاطون اور ارسطو جیسے عظیم مفکروں کے اخلاقی نظریات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت چھ روپے

ملنے کا پتہ:

ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور